شگفتہ تمنا
تصنیف
حضرت مولانا منشی خواجہ
کرامت حسین
صاحب تمنا علیہ الرحمہ دلشادپوری
توحید
عظمت
نبوت
از
مولانا محمد علیم الدین
مصباحی کٹیہاری
ناشر
بزم احمدی سہرول کوم بازار
ضلع کٹیہار بہار

شگفتۂ تمنا

نام کتاب ــــــــ مولانا منشی خواجہ کرامت حسین تمنا
تصنیف ــــــــ مولانا علیم الدین مصباحی
مقالہ ــــــــ آل مصطفٰے مصباحی
آغاز سخن ــــــــ مولانا علیم الدین مصباحی
تعارف مصنف ــــــــ مولانا عبد الرحمٰن ـ آل مصطفٰے مصباحی
پروف ریڈنگ ــــــــ حامد مصباحی
منقبت ــــــــ
تعداد ــــــــ ایک ہزار
سن اشاعت ــــــــ سنہ ۱۹۹۵ء

ملنے کے پتے
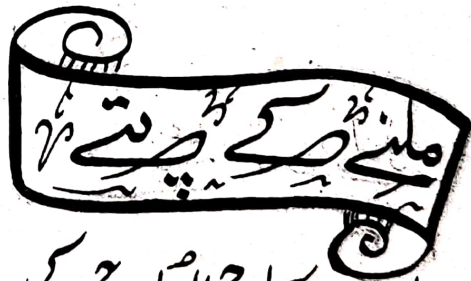
1. مدرسہ قادریہ مصباح العلوم جھرکی ـ ساڈم بوکارو
2. مولانا قربان علی دلشادپور سودھانی ـ کٹیہار بہار
3. جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ـ مئو یوپی
4. پپولر میڈیکل ـ سودھانی ـ کٹیہار ـ بہار
5. رضا بک ڈپو احمد نگر ڈمرو بوکارو اسٹیل سٹی بہار

حرفِ آغاز

ہمیں کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں

پہلے ادوار میں فارسی زبان کو خاصا مقام حاصل تھا، عصر حاضر میں بھی ارباب علم و فن کے نزدیک فارسی زبان کی قدر و قیمت کچھ کم نہیں، علم و ادب اور ثقافت، خصوصاً فارسی زبان دانی کے لحاظ سے صوبہ بہار کے ضلع کٹیہار و پورنیہ کی تاریخی حیثیت رہی ہے۔ فارسی کے اس انحطاطی دور میں بھی یہاں کی سرزمین میں ایسے متبحر فارسی داں موجود ہیں جن پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ ماضی قریب میں تو یہاں کے چمنستانِ علم و فن میں فارسی زبان و ادب کے ایسے عظیم المرتبت ماہرین موجود تھے، جن کے علم و فضل کا فیض آج بھی کسی نہ کسی نہج سے جاری ہے۔ لیکن افسوس کہ ان ارباب علم میں غالب اکثریت ایسے حضرات کی رہی، جن کا گوہر علم سینہ بہ سینہ تو منتقل ہوتا رہا۔ لیکن صفحۂ قرطاس کی زینت نہ بن سکا، ورنہ یقیناً صدیوں تک قوم اس سے مستفیض ہوتی، دوسرا افسوس ہمیں اس بات کا ہے کہ ہمارے یہاں کے قدیم بزرگوں اور اصحاب فکر و قلم کی گراں قدر

تصنیفات و تالیفات مختلف خانقاہوں اور اداروں میں موجود ہیں، فقیر راقم الحروف نے بعض دقیع قلمی نسخے بچشم خود دیکھے ہیں۔ مگر۔ اس اشاعتی دور میں بھی ان کی اشاعت کی طرف پیش قدمی نہ کرنا ایک "عظیم" سانحہ "ہے۔

زیر نظر کتاب "شگفتۂ تمنا" کوئی نئی کتاب نہیں بلکہ ضلع کٹیہار موضع دلشاد پور کے ایک قدیم مرد صالح حضرت خواجہ کرامت حسین تمنّآ کے دلی جذبات کا آئینہ ہے۔ جس میں موصوف کی روحانیت، تصوف اور عشق و وارفتگی کی جھلکیاں دیکھی جاسکتی ہیں، ملمع سازی کے بغیر سیدھے سادے الفاظ میں منثور و منظوم، حمد و نعت، کا یہ مختصر مجموعہ یقیناً فاضل مصنف کی شگفتہ تمنّآ ہے، موصوف کی ایک فارسی نعت کا مطلع اور مقطع ملاحظہ ہو۔ جس میں ان کے عقائد و افکار کی چھاپ نظر آئے گی ؎

زنعت ساقی کوثر زبان تری کنم اکنوں
سخن را در ثنا ایش سلک گوہری کنم اکنوں

چرا ترس تمنّآ چرا فکر شب گورست
کہ جاں در جلوۂ خورشید انوری کنم اکنوں

مصنف نے اردو شاعری میں بھی اپنے عہد کے لحاظ سے کامیاب طبع آزمائی کی ہے، اور اس میں انہوں نے صرف نعتِ رسول کو اپنا محور کلام بنایا ہے، نعتیہ اشعار میں اپنے عقیدہ و خیال کا اظہار بڑی سادگی، بے تکلفی اور پُراثر انداز میں کرتے ہیں ؎

پیشوائی کے لئے حورانِ جنت منتظر
قصرِ جنت کو ادھر رضواں سجاتے جائیں گے

دیکھ کر دریائے رحمت جوش پر شاہِ اُمم
آتشِ دوزخ کی تابش کو بجھاتے جائیں گے

فاضل مصنف کے دل میں "شگفتہ تمنا" کی تصنیف کا داعیہ ایک مناظرہ سے پیدا ہوا۔ مناظرہ دیوبندی مکتب فکر کے علماء سے تھا اور موضوع بحث "میلاد شریف" تھا، آپ نے چند گھنٹے ہی میں مروجہ میلاد شریف کے جواز واستحسان پر جو دلائل پیش کئے۔ آپ کے مخالفین میں ان کے جواب کی سکت نہ رہی، اور مدمقابل مناظر و معاونین نے مناظرہ گاہ سے راہ فرار اختیار کر لی۔ بتایا جاتا ہے کہ ایک ہی نشست میں آپ نے یہ کتاب لکھ ڈالی۔ اس کے علاوہ بھی موصوف کی تصنیف کردہ کئی کتابیں ہیں۔ فارسی نظم "مسدس بوستاں" ایک قابل دید تصنیف ہے۔ جو اب تک منظر عام پر نہیں آسکی ہے۔

ہم بے پناہ خوش ہیں، محب محترم حضرت مولانا علیم الدین صاحب رضوی مصباحی سے جو ایک باصلاحیت مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ زبان وادب کے بھی مزاج شناس ہیں۔ انھیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ عرصہ سے گوشۂ گمنامی کے تاریک نہاں خانوں میں پڑا ہوا یہ رسالہ بزم احمدی سہرول کے زیر اہتمام زیور طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں تک پہنچا ہے۔ مولانا موصوف کا ایک دقیع علمی مقالہ "توحید اور عظمت نبوت" بھی اس کتاب کے ساتھ شامل اشاعت ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم

موصوف کے علمی و دینی ذوق کی داد دیتے ہیں - ہزارہا سہولیات کے باوجود کتابت وطباعت کا مرحلہ بڑا پیچیدہ ہے، اس رسالہ کی کتابت وطباعت میں محب محترم حضرت مولانا علاء المصطفیٰ قادری نے بڑی مدد فرمائی ہم تہہ دل سے ان کے شکر گزار ہیں -

بزم احمدی (سہرول - کیٹہار) کے متحرک وفعال ارکان کی یہ پہلی پیشکش ہے - ہمیں امید ہے کہ یہ بزم آئندہ بھی کتب ورسائل کی طباعت کا سلسلہ جاری رکھے گی - مولیٰ تعالیٰ اسے قبول فرمائے - اور ارکانِ بزم کو ان کے اخلاص کی بہتر جزا دے - آمین

بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والثناء

والسلام - محتاجِ کرم

آلِ مصطفیٰ مصباحی

خادم تدریس وافتاء

جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو - یوپی

۲۵ رجب المرجب ۱۴۱۴ھ

متوطن شہجنہ، پورلہ، کیٹہار، بہار -

مختصر تعارفِ مُصنّف

اس رسالہ کے مصنّف کا اسم گرامی حضرت منشی[1] خواجہ کرامت حسین المتخلص بہ تمنّا ہے۔ اس فقیر کو تا دمِ تحریر موصوف کی تاریخ ولادت اور تاریخ وصال معلوم نہ ہو سکی۔ البتہ "مسدس بوستاں" جو مصنّف کی "منظوم" شاہکار تصنیف ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مجدد مائۃ ماضیہ، صاحبِ تصانیفِ کثیرہ سیدنا امام احمد رضا قدس سرہٗ کے ہم عصر ہیں، کیوں کہ آپ نے ۱۳۱۳ھ میں "مسدس بوستاں" کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا ہے۔ حضرت مولانا مراد حسین المتخلص بہ یتیم نے مندرجہ ذیل اشعار سے "مسدس بوستاں" پر تقریظ فرمایا ہے ؎

تمنّا کہ ذاتش کرامت نماست	ز بارِ غم آزاد چوں سرو بُن
دریں باغِ دہر فکر رساست	بسا مصنا بینِ نو و کہن
خوش آراست ست نظمِ مسدس کہ بس	سراپا جاں بخشش دل شاد کن
سلنش بلبل خامہ خواند یتیم	چہ زیبا گل و بوستاں سخن
	۱۳ ھ ۱۳

[1] — چودھویں صدی ہجری میں منشی کا لقب کافی مقام رکھتا تھا اور حق تو یہ ہے کہ آجکل کے عام مولانا سے انکی صلاحیت بھاری ہوتی تھی۔ اور ساتھ ساتھ تقوی شعار بھی ہوتے تھے، رع مصباحی غفرلہ القوی،

مگر صد افسوس ہے کہ یہ کتاب اب تک زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر نہ آسکی کاش کوئی اہلِ ثروت یا دینِ متین کا قدردان اپنے سر اس کی طباعت کا بوجھ لیتا تو کتابِ مذکور بھی اہلِ علم کی نگاہ نواز ہو جاتی۔

مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے برادرِ خرد حضرت منشی خواجہ تصدق حسین المتخلص بہ مشتاق کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا سلسلۂ نسب سیدنا سلطان اولیاء، غریب نواز خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملتا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

زنسل شاہ اجمیرم بہ بنگالہ شدم پیدا
گرت باور نباشد شجرۂ آں رہبرم بنگر

آپ کے جد امجد حضرت خواجہ جمال الدین احمد گردشِ دوراں سے گھبرا کر اجمیر مقدس سے ہجرت کر کے قدیم ضلع پورنیہ (کٹیہار) کے موضع دلشاد پور میں آکر قیام پذیر ہو گئے ؎

چہ عرض از اصل خود در خدمت والائے تو سازم	اگر زعلم بہرہ مند ہستی جوہرم بنگر
جد امجد کہ نام او جمال الدین احمد بود	نجابت می چکد از نام جدّ اکبرم بنگر

وجہِ تصنیف رسالہ ہذا

پورنیہ میں کچھ مخالفین میلاد النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دھر ئیے آئے تھے، دینِ متین کے دو پاسبان منشی کرامت حسین اور آپ کے برادر خرد منشی خواجہ تصدق حسین مشتاق بحیثیت مناظر حاضر ہوئے، چند ہی منٹ کے

مناظرے سے یہاں تک نوبت پہونچادی کہ بہت جلد مخالفین کو فرار کی راہ اختیار کرنی پڑی، مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایمانی جذبہ، وفور عشقِ الٰہی وحُبِ رسالت پناہی عزوجل وصلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے لبریز تھا ایک ہی نشست میں یہ رسالہ "شگفتۂ تمنا" لکھ ڈالا۔

خواجہ عبدالباری صاحب باشندۂ کھریال، سہی پور ضلع کٹیہار نے حضرت خواجہ تصدق حسین تخلص بہ مشتاق پر ریسرچ کیا ہے، اس وقت موصوف شمس الہدیٰ پٹنہ کے معلم ہیں۔ خواجہ کرامت حسین تمنا کے نبیرۂ گرامی حضرت مولانا قربان علی صاحب، جنھیں حضور مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے وصال شریف سے غالباً ایک سال قبل ایک مکتوب گرامی سے اطلاع دے کر بریلی شریف طلب فرمایا۔ موصوف والا نامہ کو پاتے ہی سر اور آنکھوں سے لگا کر مفلسی کے باوجود بریلی شریف پہونچ گئے، حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے انھیں خلافت سے نوازا، انھیں کے توسط سے یہ رسالہ مجھے دستیاب ہوا۔ انھیں کے برادرزادہ مولوی اشفاق احمد متعلم الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے کافی جانفشانی کے ساتھ مسودہ تیار کیا، دونوں کا صمیم قلب سے میں شکر گزار ہوں۔

طباعت

طباعت واشاعت کا کام اس دور میں آسان نہیں، کتنی دشوار کن اور کٹھن منزل سے گزرنا پڑتا ہے اسے وہی جانتا ہے جو اس راہ پر قدم رکھ چکا ہو میں ان لوگوں کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں، جنھوں نے اس کی

طباعت واشاعت میں تعاون فرماکر میری حوصلہ افزائی کی۔ مولیٰ تعالیٰ دارین میں فلاح وکامرانی سے نوازے، اور ہم سب کا ایمان پر خاتمہ فرمائے، آمین، یارب العالمین بحرمۃ سید المرسلین علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیم۔!

محمد علیم الدین رضوی مصباحی

سہرول، پوسٹ کروم بازار، بارسوئی گھاٹ ضلع کٹیہار۔ (بہار)

خادم مدرسہ قادریہ مصباح العلوم جھر کی سائڑم ضلع بوکارو (بہار)

۱۸ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ موافق ۲۱ اگست ۱۹۹۳ء، شنبہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم ــ !

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

الٰہی قفلِ دل کو میرے وا کر[1]
مجھے گنجِ معانی تک رسا کر[2]

عطا کر کلک[3] کو گوہر فشانی — زباں کو دے مِرے شکر فشانی
جو کہہ دوں کچھ تیرے فضل و کرم سے — جو پنہاں دل میں ہے نکلے قلم سے
وہ بالکل قابلِ اہلِ زباں ہو — قبولِ خاطرِ صاحب دلاں ہو
سمندِ[4] فکر کو میری لگا پَر — کہ اُڑ جاؤں کہیں اَوجِ سما[5] پر
رسائی ہو وہاں فکرِ رسا کی! — کشائش خوب ہو ذہن و ذکا کی

نہ ہو لغزش میری فہم و ذکا میں
زباں کھولوں تیری حمد و ثنا میں

---

[1] کھولدے [2] پہونچا دے [3] نوکِ قلم [4] فکر کا گھوڑا [5] آسمان کی بلندی پر

حمد باری تعالیٰ

فضائے حمد، نخل بند بستان کون و مکاں، کشادگی بخش عندلیب زبانِ اہلِ دلاں کے لئے ہے کہ جس کی نسیمِ عنایت و بہارِ عطا سے شگوفۂ تمنا غنچۂ مدعا، ہرا علیٰ و ادنیٰ کا شگفتہ برنگ گلِ خنداں ہے۔ بارانِ رحمت اس کی ہر برگ و ہر شاخ و شجر کو تازگی اور جوئبار کرم اس کی بحر تلاطم و دریائے اعظم کو بلند آوازگی دے رہی ہے، اس کی شان چمن بندی کبریائی، لطف چمن پیرائے یکتائی پر قربان، بدل و جان کہ یدِ قدرت کفِ مرحمت سے نخل وجودِ بنی آدم کو گلشن تخلیق جملہ عالم میں مثل سرو سرفراز کرکے بایں ہمہ ادا و ناز سے ممتاز کیا۔ خاک کثیف کو جوہر لطیف بنایا۔ بایں ہمہ شانِ زبان قلم و قلم زبان کی ایسی عبارت آرائی، دقیقہ سنجی کی شناسائی تعلیم فرمائی کہ دبیرِ فلک اپنا قلم ٹیک دیتا ہے۔ خط خجالت کی اصلاح لیتا ہے۔ اور سمندِ خیال کو ایسا پَر لگا کر وہاں تک اُڑایا جہاں وہمِ صبا کا شکستہ پَر ہے۔ گردون گرداں اس کے جولان میں حالت ششدر ہے ؎

وہ خالق ہے زمین و آسماں کا
شرف اس نے بنی آدم کو بخشا

عیاں ہے اس کی شانِ کبریائی
کہ ہر اک بو میں بو اس کی سمائی

رخِ گل میں یہ نزہت اس نے بخشی
نہیں تو گل میں یہ خوبی کہاں تھی

کہیں دریا میں گوہر کو آبداری!
کہیں گلشن میں فصلِ نو بہاری

کہیں نخلِ وجودِ آدمی زاد!
بنایا گلشنِ عالم میں شمشاد

کیا خالقِ ارض وسما، صانع بیچوں وچرا شگفتگیٔ غنچہ کے لئے نسیم صبا کو پیدا کیا۔ رُخ گلبر، بلبلِ بیدل کو شیدا کیا، عروسانِ چمن کا عہدہ بادِ صبا کو دیا، اور اَبر بہار کو گلِ گلزار کی طراوت[1] کے لئے مامور کیا ؎

یہ شبنم یہ بدلی یہ بادِ صبا
ترے ہی لئے حق نے پیدا کیا

اور قول بلبل شیرازی ناطق ہے۔ اس کی بندہ نوازی کی صفتِ بے نیازی واثق دلیل ہے ؎ قولِ سعدی رحمۃ اللہ علیہ۔

سپہر از برائے تو فراش دار
ہمی گسترانَد بساطِ بہار

وہ صانع باکمال ہے۔ ناصرا اپنا مقال ہے ؎

غرض دیکھئے وہ صفت کردگار	کہ پیدا کیا اس نے باغ وبہار
وہی رنگ افروز روئے سمن[2]	وہی نغمہ آموز فروغِ چمن
کہیں نخل بستاں کو بخشا ثمر[3]	کہیں رحمِ مادر میں لختِ جگر

شانِ خدائی اس کی عیاں، دل سنگ میں نمود لعل بدخشاں خوشہ چیں اس کے خرمنِ تجلی کا مہر درخشاں۔ ہلال اس کے پرتو جمال سے بدر کمال، نخل اس کی قدرتِ کاملہ کی آبپاشی سے نہال، نرگس اس کی نخل بندی پر حیراں، سنبل اس کی حکمتِ بالغہ کے پیچ در پیچ سے پریشاں، حسنِ بتاں

---

[1] رونق و تازگی [2] چنبیلی کا پھول [3] پھل۔

اس کے حسن نہاں کی نمائش گاہ انجمن، فلک ہمہ تن گواہ، ماہ تاباں، مہر درخشاں، مظہر انوارِ وحدت شام و پگاہ، رخ ارغوان رنگ مرجان اس کا شاہدِ حال ہے، مرغ دل عشاق کا دام ودارِ زلف وخال ہے، نیلوفر کو بہ بہانۂ زینت مہر انوارِ شمع جمالِ بیچونی کا پروانہ بنایا۔ اور کنانۂ[1] کو در پردہ ماہ تاباں کی جھلک میں اپنا جلوہ دکھایا۔ ادراک اس کا محال ہے، خرمن سوز اس کا برقِ جمال ہے۔ کہیں شمع بنکے پتنگے کو جلایا کہیں گل کے اشتیاق میں بلبل کو جال میں پھنسایا۔ رباعی ؎

اس کی یہ در پردہ ہے دلربائی
رخِ گل میں ہے یہ جو جلوہ نمائی
جو شاخِ چمن پر ہے بلبل کا نالہ
وہ بالکل ہے وحدت کی نغمہ سرائی

ذرہ ذرہ میں وہ تابندہ ہے، جو ئندہ اس کا یا ئندہ ہے، ہر لوح میں نہاں، ہر رنگ میں عیاں، ہر شئے میں نمایاں ہے۔ چنانچہ اہل عرفاں کا یہ نکتہ وردِ زباں ہے۔ ؎

بر لبِ مستانِ گل غوغائے او	بلبل لبتاں لبگل شیدائے او
ذکر او دارد گہر اندر صدف	بحرِ قلزم می زند بر پا و کف
عاشقاں را جام عشقش مست کرد	بر سرِ زلفِ بتاں دل لیست کرد

---

[1] السی کا درخت۔

عاشقاں را از ہمہ تنہا نمود ۔۔۔ گنج عرفاں در دل شاں وا نمود
عاشقانش از جمعیت نا فرا ند ۔۔۔ کز غمِ عشقش چنیں نالہ کنند
طرۂ شام غریباں دام ماست ۔۔۔ صبحِ خنداں تیغ خوں آشام ماست

دریائے توحید اس کا ناپید کنار ہے۔ اس بحر زخار میں شناوران قلزم معنی کی شناوری بیکار ہے۔ اور بام معرفت اس کی بلند بدرجۂ کمال کہ جبرئیل امیں کا طائر وہم وہاں بے پر و بال ہے۔ ارباب ہوش نشۂ بیخودی سے مدہوش۔ اگر لاکھ غوطہ زنی کیجئے اس کا رمز ایک خر مہرہ کے برابر بھی ہاتھ نہ لگے۔ بجز دامن خجالت اور کیا لیجئے۔ قول سعدیؒ ؎

کسے رہ سوئے گنج قاروں نہ برد
وگر برد بازِ بیروں نہ برد

صنعت گری قادر مطلق

اس حکیم علی الاطلاق، صانع قصر نیلی رواق کی صنعت گری، حکمت پروری کو دیدۂ غور، چشم تعمق سے دیکھنا چاہیئے۔ کیا حکیم صانع علیم کہ ہر فرد بشر میں وضع اور طرزِ گفتگو اور ہر گل و غنچہ میں فضا اور رنگ و بو الگ الگ پیدا کیا، قطرۂ آب کو دُرِّ نایاب کر دیا، آبِ منی کو رحمِ مادر میں کچھ اور ہی صورت مرغوب دیا ۔۔۔ قولِ سعدی ؎

ازاں قطرہ لولوئے لالہ کند
وزیں صورتے سرو بالا کند

مار[1] میں زہر، زنبور[2] میں حلاوت، خزاں میں خشکی، بہار میں طراوت[3] ؎

ز زنبور کرد آں حلاوت پدید
ہماں کش کہ در مار زہر آفرید

چرخ بریں کو انجم سے، فرش زمیں کو مردم سے زینت دی۔ رخِ گل کو نزہت، نافۂ ختن[4] کو نکہت، چہرۂ خوباں کو کچھ اور ہی نمکت دی[5]

یدِ قدرت سے ہاں خلاق بیچوں	بنا ہر شئی کی کیسی شکل دگرگوں
یدِ قدرت کا نقشہ جا بجا ہے	تحیر میں یہاں فکر رسا ہے
بلندی اس نے دی چرخِ بریں کو	کشادہ کر دیا فرشِ زمیں کو
بنائے نطفہ سے کیا شکل مرغوب	پسندیدہ قد و دلجوئے محبوب

شان جلالی حضرت رب المجید، ملحوظ اہل دید ہے کہ آزر کے یہاں بمقتضائے مجید شان خلیل کو خلعت خلّت عطا کیا۔ اور پسر نوح علی نبینا علیہ السلام کو (حالانکہ پیغمبر زادہ تھا) بہرۂ[6] ایمان سے محروم رکھا۔ قولِ نظامی اس پر دال ہے ؎

گہہ آری خلیلے ز بت خانہ	کنی آشنائی ز بیگانۂ
گہے با چناں گوہر خانہ خیز	چوں بو طالبی را کنی سنگریز

---

[1] سانپ [2] شہد کی مکھی میں مٹھاس، [3] تازگی۔
[4] ۔ مشک۔ [5] حصہ۔

جو چاہے کرے وہ کردگار، جلیل و جبار ہے، آدمی کو کیا اختیار ہے، کسی کو مجال چوں و چرا نہیں۔ بجز دمِ سکوت کے کچھ دوا نہیں ؎

کون اس کے کارخانہ میں پڑے
قادرِ مطلق ہے جو چاہے کرے

قطرہ کو دریا بنا دے کردگار
بحر کو ایک دم میں کردے قطرہ وار[1]

زینت و زیبا اسی کے قلمِ ارادت سے منقش ہے۔ زلفِ لیلائے شب اور طرۂ نور افشان روز کا وہی مشاطۂ[2] حقیقی شانہ کش ہے۔ پھر کیا ذکر انسان ہے ہر شئی کا وہ پروردگار ہے۔ اسی کے قبضہ میں لیل و نہار ہے۔ کسی سے وہ ایک دم جدا نہیں۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ جس نے افتادگی کی اس کو فضائے رحمت دکھائی۔ جس میں سرکشی پائی اس پر آتش قہر بھڑکائی ؎ رباعی

جو جھک جائے کردے وہ عالی مقام   وہ ممتاز ہوگا بروزِ قیام
تکبر شعاراں کو دی گوشمال   کہ ہیں قابل قہر وہ بدخصال

واہ کیا ہی وہ سرکار ہے۔ خودی وہاں مؤقر نہیں، بے خودی درکار ہے۔ قولِ سعدی کیا ہی سزاوار ہے ؎

دریں آستاں عجز و مسکینیت
بہ از طاعت و خویشتن بینیت

---

[1] قطرہ کی طرح۔ [2] کنگھی۔

وہ سب کا چارہ ساز ہے، ہر سب سے وہ بے نیاز ہے۔ نہ شاہوں کی مطلقاً وہاں توقیر ہے۔ نہ گداؤں کی تحقیر ہے، فقیر و امیر سب کے بندے ہیں۔ ملائک وہاں سرافگندے ہیں۔ نہ تو وہ دولت کے نفع کا طلب گار ہے۔ نہ اس کو دشمن کے ضرر کا کچھ انتشار ہے۔ وہ سب سے بری ہے۔ سربسجود ادب جنّ و ملائک، دیو پری ہے اور یہ بھی اس کی قدرتِ کاملہ کی ایک شاخ ہے۔ کہ اوّل گل بنِ وجود میں بنی آدم علیہ السلام کو ابشارِ حیات سے شاداب کرتا ہے۔ بعدہٗ صرصرِ ممات سے پائمال عدم کر کے بوعدۂ روزِ حساب تہہ گلِ آلودہ بخواب رکھتا ہے، اگر لاکھ افلاطون آئیں، حکمت لگائیں، سرکھپائیں، ایک عضو کو بھی جوڑ نہ سکیں، الٹے منتھ پھر جائیں، مارنا، جلانا اسی قادرِ مطلق کی شان ہے۔ بندہ کا کیا امکان ہے۔ اگر تمام جہان، کیا پری کیا انسان؟ اس کی مصنوعات میں سے کسی چیز کو توڑنے چاہئیں، تو کیا ممکن۔ ایک برگ کاہ کو بھی جنبش نہ دے سکیں۔ چہ جائیکہ وجود و عدم، عدم و وجود، اس مالک الودود کے قبضۂ اختیار میں ہے۔ رشتۂ حیاتِ جمیع کائنات اس کے کفِ اقتدار میں ہے، کسی شئی کو اس قادر ذوالجلال سے عہدہ برآئی کی مجال نہیں۔ اس کی مملکت کو کچھ زوال نہیں۔ کسی سے یہ کمال نہیں۔ اس بادشاہ لایزال کا عجیب کچھ جلال ہے رنگِ بے چونی سے زبان لال ہے۔ قولِ سعدی مقامِ حال ہے ؎

بہ تہدید اگر بر کشد تیغ حکم
بمانند کر وبیاں صمٌّ و بکمٌ

اگر دریائے رحمت اس کا کہیں جوش پر آ جائے تو عزازیل بھی غوطہ لگائے بمصداق قولِ سعدی ؎

وگر در دہد یک صلائے کرم
عزازیل گوید نصیبے برم !

قہر بھی بمرتبۂ نہایت، رحم بھی بدرجۂ غایت مدنظر ہے یہ اسی کی عین احدیت و کمال صمدیت متصور ہے ؎

ثنائے خالق کون و مکاں در دزباں دارم — کہ ذکر صفاتش داروئے دردنہاں دارم
زموز صانع بیچوں ہمہ ہا پیچ در پیچ ست — کہ من حال پریشاں ہم چونِ لفِ نگرخاں دارم
دلا بے یار دل بر زیستن بیچوں یاد درست ست — اگر جاں در بدن دارم ہمہ جان جہاں دارم
بعشق شاہد وحدت نمودم خانۂ ویرانہ — دل وحشی چناں دارم کہ نبراندر کماں دارم

واہ کیا شان کردگاری، تائید جناب باری شامل حال ہے کہ مخلصانِ باصفا کے دیدۂ دل کو نورِ ایماں، فروغِ عرفاں سے ضیا بخشا، چنانچہ گوہر ہائے بوقلموں حسنات[1] سے شناوروں کو بحر وحدت سے مخزن قلوب کو بھر دیا۔ اور دشمنان کو رباطن کے خانۂ دل مثل شب دیجور کے بے نور کر دیا۔ بلکہ دوستاں با ایمان اور مخلصان خجستہ عنوان کو بباعث تکلیف کشی دنیائے دون، قدر افزوں، رتبۂ گوناگوں عطا فرمایا بایں طور

دشمنان تیرہ اندروں سرکشان نہ بیست میسحوں کو بنا بر عذاب عقبیٰ راحتِ دنیائے دوں عطا فرمایا۔ دیکھئے کیا دوستوں کو پستی سے مقامِ اعلیٰ میں پہونچاتا ہے۔ اور دشمنوں کو بلندی سے خاکِ ذلت میں گراتا ہے[2]۔ بھلا

---

[1] قسم قسم کی نیکیوں کے گوہروں سے [2] بمصداق حدیث پاک "الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر

کس منھ سے شکرِ الٰہی، وسپاس نامتناہی ادا ہو، چہ جائیکہ روحانیانِ قدس نژاد دم مارنہ سکیں۔ انسان خاکی نژاد سے کیا ہو سہ

رباعی

بحرِ لا ساحل ہے شکر کردگار
ایک لازم ہے کہ جب بھی بندہ وار
شکرِ خالق میں زباں تر کیجیئے
جام وحدت دم بدم پی لیجیئے

(از مصنف)

عنوان اس کی حمد وثنا کا بے حد وپایاں ہے۔ عقل حیراں فکر سرگرداں کلکِ تمنا بریدہ زباں ہے۔ اگر فی المثل حیات ابدی وعمرِ خضری عطا ہو، جب بھی اس کا عشرِ عشیر کب ادا ہو۔ لامحالہ دشتِ پُرخار میں قدم زنی کی مجال نہیں۔ پیک صبا کا وہاں ہوش بجال نہیں۔ آشنا اس کی شناسائی کا دیدۂ وہم وخیال نہیں۔ سوسن[1] صدزباں اس کی حمد وثنا کے احاطہ میں بید مجنوں کی طرح لرزاں، پھر خامۂ دوزباں کو یہ قدرت کہاں کہ حمدِ خالقِ لوح وقلم کم سے کم کچھ رقم کرے۔ کس کی مجال کہ راہِ نادانستہ میں قدم دھرے۔ سہ

(مسدس)

یہ ممکن نہیں کہ کوئی بشر	کرے حمد خلاق کچھ مختصر
نعت اسکی ایک دشتِ پُرخار ہے	یہاں پیک ادراک بیکار ہے

---

[1] پھول

نہ بر اوجِ ذاتش پرد مرغ وہم   نہ در ذیلِ وصفش رسد دست فہم

(مسدس بوستان از مؤلف)

لہٰذا اس بیابانِ جانِ جاں ستاں کی جادہ پیمائی سے بس پا ہوتا ہوں ۔ با ہزار خلوص و تمنا دست بدعا ہوں ؎

رباعی

تمنا درگہہ والا میں آ کر التجا کرنا
خلوص باطن سے عرضِ حالِ مدعا کرنا
یہ دنیا جانے والی ہے قیامت آنیوالی ہے
مناسب ہے کہ تو اندیشۂ روزِ جزا کرنا

مناجات بدرگاہ رفیع الدرجات

اے خداوند جہاں بندہ نواز
میں تری درگاہ میں ہوں آ پڑا
میرے حالِ زار پر تو رحم کر!
چرخ ظالم کا ہے ہمیشہ ستم
مجھ کو اپنی لطف سے محفوظ رکھ
سرخرو عالم میں رکھ اے ذوالجلال
مٹ نہ جاوے آبرو میری کہیں
تیری لطف عام سے شام و سحر
جو مجھے درکار ہو تجھ سے کہوں
فکر روزی سے مجھے حیراں نہ کر!
مجھکو اپنے در سے کر روزی عطا
مال دنیا ہو نہ ہو کیا ہے ضرور
بندۂ بے کس کا ہو پورا سوال

بندگانِ بے نوا کے چارہ ساز
کون تجھ بن ہے میرا حاجت روا
بندۂ خستہ جگر کی لے خبر
دم بدم دیتا ہے مجھ کو درد و غم
گردش افلاک سے محفوظ رکھ
آنہ جاوے چہرے پر گرد و ملال
مثل گل کے رکھ مجھے خندہ جبیں
ہو بخوبی زندگی میری بسر
تیری ہی درگاہ میں طالب رہوں
زیر بارِ منتِ دوناں نہ کر!
رزق طیب ہو مقدر یا خدا
رزق طیب کی تمنا ہے ضرور
قوتؔ[1] یارب میرا ہو رزق حلال

---

[1] - گزارے کے لائق روزی -

خیر خواہوں کی رہے قائم نمود
مخلصی یک رنگ کی توقیر ہو!
خرم و شاداں میرا خویشاں رہے
کر عطا یارب ان ہیں توفیق دے
خلق میں ان کو کبھی رسوا نہ کر
جو ہمارے خانداں کو بد کہے
ذلت و خواری انہیں دے دیجیو
التجا یہ اتنی خاطر باش ہے
حرص دنیا کی نہیں ہے آرزو
حرص دنیا ہاں بلائے جان ہے
تجھکو تیری احدیت کی ہے قسم
تجھ کو تیرے دوستاں کی ہے قسم
تجھکو پھر خیر الوریٰ کی ہے قسم
مجھکو شیطانِ لعیں سے دور رکھ
ہو طمع اس کو نہ میرے سود کی!
بارور ہو نخل اعمال حسن
دے مجھے ثمرہ تو اپنے عشق کا!

منفعل ہوتا رہے میرا حسود
دشمن ناپاک کی تحقیر ہو
تیرے در کا موردِ احساں رہے
شرع پیغمبر کو وہ چھوڑیں نہیں
ہم زباں طعنۂ اعدا نہ کر
بدگمانی سے وہ کہیں نہ نام لے
روسیاہ روزِ جزا میں کیجیو
عاقبت کی پھر مجھے تالاش[عہ] ہے
ہے مقدم عاقبت کی جستجو
اس سے جو بچ جاوے تیری شان ہے
تجھکو جملہ اولیا کی ہے قسم
تجھکو تیرے طالباں کی ہے قسم
چار یار باصفا کی ہے قسم
مرحمت اپنی یہاں منظور رکھ!
پھوٹ جائے آنکھ اس مردود کی
نفس کا فرہو نہ اس کا بیخ کن
لوثِ دنیا میں نہ کیجیو مبتلا

عہ "تالاش" غلط ہے، "تلاش" صحیح ہے مگر ضرورت شعری کی وجہ سے "تالاش" لکھا گیا ۱۲ منہ

دور کردے دل سے حُبِ سیم وزر
دولتِ ایماں جب حاصل ہوئی
جب معاون ہو نہ تو یا کردگار
چاہیئے تائید تیری یاخدا
جب تیری تائید ہو کچھ ہمکنار
قوتِ قلبی کو میری رکھیو بپا
دور کردوں مار کر شیطان کو!
دستگیری میری کر تو اے کریم
دے توکل بندۂ دل خستہ کو
بندۂ درگاہ کرکے مجھے
کر مجھے تو بند عشق چاریار
دے مئے وحدت کا کچھ ساغر مجھے
جامِ وحدت پی کے میں مسرور ہوں
رہ نہ جاوے دل میں لوث ماسوا
ہو نمود ذرۂ نور یقیں -!
چشم باطن کو تو میری دے بصر
دے میرے دل کے شبستاں کو چراغ
ہو تیری توحید سے دل شاد شاد

دولت ایمان سے ممتاز کر
رہزنی شیطان کی زائل ہوئی
پھر کرے کیا بندۂ خاطر فگار
زخم دل پر تو میرے مرہم لگا
دور ہو جاوے خبیث نابکار
تا نہ ہو غالب خبیثِ بےحیا
کھو نہ ڈالوں دولتِ ایمان کو
تا نہ چھوڑوں میں صراطِ مستقیم
مونس جاں ہاں تیری تسلیم ہو
دوستی خیرالوریٰ کی دے مجھے
حُبِ آلِ مصطفیٰ ہو غمگسار
حسن وہ دکھلا کے بیخود کر مجھے
تشنۂ الفت میں چکنا چور ہوں
جلوہ گر ہو وہ جمال دلربا
سرخرو ہو جاؤں چوں ماہ مبیں
تیرگی یکدم سے یارب دور کر
رہ نہ جاوے دل میں لالہ وار داغ
ہو رسالت کا وفورِ[1] اعتقاد!

---

[1] ۔ کامل اعتقاد ۔

میں تیری توحید کو پہچان لوں — مرتکب شرک و ضلالت کا نہ ہوں

نیک کاروں میں مجھے کرنے شمول — تا مدارج حشر میں کرلوں حصول

نیک کاروں کی وہاں توقیر ہے — مغفرت میں ان کی کیا تقصیر ہے

بندۂ مغموم بھی مسرور ہو — نیک کاروں میں وہاں محشور ہو

جورِ دنیاوی سے ہوں میں دلفگار — حشر میں کیجیو نہ مجھ کو شرمسار

مغفرت اپنی مجھے درکار ہے — بندہ پرور ہاں تیری سرکار ہے

میری جملہ معصیت کو بخش دے — قربِ رحمت میں تو اپنی کھینچ لے

سخت اندیشہ ہے بندہ کو یہی — آنہ جاوے صعب وقت جاں دہی

اس گھڑی تائید تیری چاہیئے — قوتِ توحید تیری چاہیئے

ملتجی ہوں تجھ سے اے جاں آفریں — زق نہ دے ایمان کو وے لعیں

وہ لعیں یہاں آکر حائل نہ ہو — گرد بالیں وہ میرے داخل نہ ہو

منہدم ہوجائے تیرے قہر سے — شہد کو ضائع نہ کردے زہر سے

ہاں بپاسِ حرمتِ آلِ عبا — وقتِ مردن ہوش دیجیو یا خدا

تمنا کو دنیا سے اٹھا لیجیو
خاتمہ بالخیر میرا کیجیو

ع ا۔ جمع ۲ سختی ۳ برباد نہ کردے ۴ اہل بیت۔

نعتِ حضرتِ سرورِ عالم فخرِ نبی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

زنعتِ ساقیِ کوثر زباں تر می کنم اکنوں
سخن را در ثنایش سلکِ گوہر می کنم اکنوں

دلِ عاشق کہ پراں ست برنگِ طائرِ وحشی
اسیرِ دامِ گیسوئے معنبر می کنم اکنوں!

ز وصفِ دلبرِ رعنا کہ خالِ عطر افشاں ست
مشامِ عاشقانش را معطر می کنم اکنوں

بوصفِ او کہ کلکم زر افشانی می کند جانا!
رخِ کاغذ دریں جا معدنِ زر می کنم اکنوں

فروغِ حسن دیدۂ دل را ضیا بخشد
کہ روئے انجمن زاں مہہ منور می کنم اکنوں

بیا اے بلبلِ شیدا و بشنو از زباں من
کہ ہم چوں گل بیاں وصفِ دلبر می کنم اکنوں

بیا اے عاشقِ صادق اسیرِ دامِ الفت شو
کہ وصفِ دلبرِ خلاقِ اکبر می کنم اکنوں

بترس اے کافرِ بدکیش گر ایماں نمی داری
کہ ذکرِ سطوتِ قتالِ اکفر می کنم اکنوں

چرا ترسی تمنا، چرا فکرِ شبِ گور ست
کہ جاں در جلوۂ خورشیدِ انور می کنم اکنوں

غواصِ طبیعت نے جو دریائے فکر میں غوطہ مارا تو چند گوہرِ آبدار بمنزلۂ دُرِّ شاہوار فراہم آوردہ جیب کنار ہوا، پس تعلیم و تفہیم عقلِ سلیم کر کے ان سب کو جنابِ سیدِ ابرار حبیبِ کردگار پر بجائے نقد دل و متاعِ جاں کے نثار کیا۔ اور زلفِ مشک بار، گل رخان رشکِ بہار دامِ دلِ عاشقاں زار اس تاجدار، گردوں وقار کے روضۂ اقدس کی خاک

روبی کے لئے پرِ ملائکہ مقربین، بصد تمکین جس کا گرد افشاں ہے۔
حوالۂ بادِ صبا کیا ہے

عجب تقدیر ہے بادِ صبا کی! — کہ چومے خاکِ در اس دلربا کی
تمنّا مجھ کو ہے بادِ صبا سے! — غریبِ زار کا بھی حال کہدے
جدائی ہو گئی ہے سخت مشکل — تڑپتا ہوں بہ رنگ مرغ بسمل
جِلا دے مجھ کو آ کر اے مسیحا — یہی ہے مدعا دل کا سراپا

(از مؤلف)

وہ سرورِ عجم، فخرِ عرب، قریشی، ہاشمی، اس کا لقب جن و ملک
اس کی بارگاہِ والا میں مؤدب ہے

وہ جملہ خلائق میں اعلیٰ ہوا
خدا نے اسے برگزیدہ کیا

وہ محبوب خلاقِ جہاں آفریں
امیر الامم رحمت اللعالمیں

شہنشاہ کون و مکاں ہے وہی
سرِ سروران جہاں ہے وہی

(از مولف)

اس محبوب خدا، اشرفِ انبیاء، شہنشاہ ارض و سما پر تصدق
ہونا باعثِ حصولِ زیست و بقا و موجب نجاتِ عقبیٰ ہے۔ کیا بادشاہ عالی جاہ
کہ شاہانِ عالم اس کا مطیع، ملک اس کا وسیع پایگاہ رفیع وہ روز قیامت میں

گنہ گاروں کا شفیع ؎

گدا ہیں اس کے در کے بادشاہاں ‏ ‏ فقیر بے نوا زریں کلا ہاں
وہ ایسا خسروِ ارض و سما ہے ‏ ‏ سلیماں اس کے در کا اک گدا ہے
مؤدب اس کا ہے دارا سا خادم ‏ ‏ سکندر اس کے در کا ایک ملازم
دلِ عاشق اس پر مبتلا ہے ‏ ‏ بشکل طائرِ قبلہ نما ہے
وہی دونوں جہاں میں سب کا مقصود ‏ ‏ جو اس سے پھر گیا مردود مردود

(از مؤلف رحمۃ اللہ علیہ)

دریائے جلوۂ احمدی بایں شان فروشاں جوشاں وخروشاں ہے کہ کفارِ ناہنجار چُلّو بھر پانی میں ناک ڈبو کے دم بخود ہوتا ہے اور آب شمشیر جہاں گیر کی علّتِ غائی سے سطوتِ اسلام بہ طفیلِ خیر الانام علیہ افضل الصّلوات واکمل السّلام بالا ہوتا ہے۔ شرکِ بے پیر پیمانۂ زیست سے اپنا ہاتھ دھوتا ہے۔ کیوں نہ ہو کہ شبِ میلاد میں جس کا رعب (ہنوز شوکت عالم اسباب دستیاب نہ تھی) تمام بادشاہوں کے دل میں چھا گیا۔ کاخِ کسریٰ بالکل جنبش میں آگیا ؎ قول سعدی۔

چوں صیتش در افواہ دنیا فتاد
تزلزل در ایوانِ کسریٰ فتاد

اگر وہ سرورِ مرسلین، رحمت للعالمین نہ ہوتا تو تمام قصراتِ سنگین، بادشاہانِ روئے زمین کے ایک دم تہہ خاکِ عدم ہو جاتے اور کبھی تیغِ سطوتِ احمدی سے دم بھرنے کی فرصت نہ پاتے۔ اس شہریارِ باوقار

کا یہ ہنگامِ معرکۂ کفار کیا، ہی جلال بدرجۂ کمال ملحوظ تھا کہ اگر بچشمِ قہر آلود جس کافر مردود کو نوکِ سنان یا زخمِ پیکان سے خستہ پیکر کرتا۔ وہ زخم بدن میں سوراخِ سوزن یا خراشِ ناخن سے زیادہ نہ ہوتا۔ تاہم وہ لعین بادلِ حزیں نقش زمین ہوجاتا، اور وہ کافرِ ناپاک مثلِ سگِ زخمناک کے چلاّتا۔ دردِ شدید سے واویلا مچاتا، یارانِ غمگسار جو اس کا استفسار کرتے تو کہتے کہ تمہارے بدن پہ اس قدر زخمِ شدید بچشم دید نہیں، پھر یہ بیقراری، آہ و زاری پر تعجب وہ کرتا، اور کہتا ہاں! زخم تو کچھ ایسا نمایاں نہیں، جراحت سنگین عیاں نہیں، الا زخم لگانے والا بڑا ہی جرار کوہ وقار ہے۔ دل میں ہزار زخم تمام جہان کے نیزے چبھ گئے۔ آخرکار وہ بدکردار بحال خراب، موردِ ہزار عذاب ہوکر داخل بدار البوار ہو جاتا، نعوذ باللہ من ذالک۔

اور جس پر وہ سلطان والا مرتبت نظرِ رحمت توجہ فرماتا۔ وہ ہزار جان مطیعِ فرمان ہوتا۔ اگر کوئی کافر پلید اس کو شہید کرتا تو حیاتِ جاودانی فضائے رحمتِ یزدانی میں پہونچکر باغ و بہار بہشت کی دید کرتا ہے۔ یہ ہمارے شہنشاہ والا کا رتبہ بمرتبۂ اعلیٰ ہے ؎

وہ کیا بادشاہ کا تاج در ہے — جلال و جاہ اس کا کس قدر ہے
شبِ میلاد میں اس تاج ور کی — تحیّر بیں نگاہ دیدہ ور تھی!
پریشاں ہوکے کہتے تھے ہی سب — کہ ہے اس رات کا کچھ اور ہی ڈھب
یہ کیسی رات ہے کیا بات ہے یہ — نہیں معلوم کیسی رات ہے یہ
ستارے کیوں جھکے سوئے زمیں ہیں — یہ کاہے مائل روئے زمیں ہیں

یہ قدرت کچھ تو ہے شان خدا کی
سروشِ[1] غیب نے یاں ندا دی

کہ پیدا ہوگیا سلطان عالم
مطیع اس کے ہوئے شاہان عالم

یہ شان حضرت خیر الوریٰ ہے
شبِ میلادِ محبوب خدا ہے

جہاں میں احمد مختار آیا
زمیں پر مہر پُر انوار آیا!

وہی کل چشم عالم کی ضیا ہے
وہی شمس الضحیٰ، بدر الدجیٰ ہے

شبِ میلاد کی از ہند تا روم
جہاں دیکھو وہاں محفل کی ہے دھوم

عرب میں دھوم ہے شام و عجم میں
فلک پر دھوم ہے باغِ ارم میں

شبِ میلاد محفل کی عجب ہے
دلِ عشاق کو جس سے طرب[2] ہے

نزولِ رحمتِ باری سمجھ لو!
جہاں پر محفل میلاد دیکھو

جو کرے مخالفت مولود شریف کی
پھوٹ جاوے آنکھ اس مردود کی

مخالف اس کا جو ہے شامتی ہے
سیاہی اس کے دل پہ چھا گئی ہے

کرو تم محفل میلاد شاداں
کہ حسد سے مر جائیں فتنہ نگاہاں

عزیزو! اپنے دل کو شاد کیجئے
خوشی سے محفل میلاد کیجئے

یہ میلاد نبی کی انجمن ہے
غزل خواں جس کا صد مرغ چمن ہے

اس میں ہاں سعادت ہے ہماری
کہ کیجئے صدق دل سے جاں نثاری

تمنّا تجھ کو کس سے ہے تعلق
نبی پر اپنے ہو جانا تصدق[3]

[1] غیب کے فرشتے نے [2] خوشی [3] نثار

فضائل شبِ میلاد النبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

شب میلاد میں عرش سے فرش تک سو بسو دھوم تھی، روحانیان قدس نزاد کثرت ہجوم تھی، کہ جس کا عشر عشیر احاطۂ تحریر میں آتا نہیں، دریائے اعظم کو کوزہ میں بند کیا جاتا نہیں یہ چند اشعار، بطریق اختصار، بذکر میلاد سلطانِ ابرار نقش نگینۂ سوادِ چشم سفینۂ عاشق زار کے لئے منقوش لوحِ سینہ ہوئے۔

میلاد شریف کی خوشی دل سے جانے والی نہیں، لہٰذا یہ بیان خجستہ عنوان موقعہ و محل سے خالی نہیں، وہ محبوب خدا، نقد جاں، اس پر فدا۔ حضرت آدم علیہ السلام مشتاق اس کی لقا کا، حضرت ادریس علیہ السلام درس گیر اس کے کتب خانۂ وفا کا، حضرت نوح علیہ السلام غرق طوفان سیل عطا کا، حضرت خلیل اللہ علیہ السلام زلہ ربا[۲] اس کے خوان سخا کا۔ حضرت کلیم علیہ السلام ثنا خوان اس کے روئے تجلی نما کا۔ حضرت یوسف علیہ السلام پابند اس کے زلفِ دوتا کا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام عاشق زار اس کے قدر عنا کا حضرت ایوب علیہ السلام بیمار اس کے نرگس[۳] شہلا کا، حضرت داؤد علیہ السلام نغمہ سرا اس کے وصف و ثنا کا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام محکوم اس کی رضا کا۔ حضرت

---

[۲] بچا ہوا کھانے والا [۳] ایک قسم کا پھول

مسیح علیہ السلام معالجہ طلب اس کے دار الشفا کا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام بسمل[1] اس کی آبروئے وفا کا، حضرت اسحاق علیہ السلام مفتون[2] اس کے حسن دوبالا کا۔ حضرت خضر علیہ السلام چاشنی گیر اس کے لب مار الشفا کا، دربانِ فلک محافظ اس کے عصمت سرا کا، تمنا جاں نثار اس کے آل عبا کا دیدہ زار منتظر اس کے کفِ پا کا۔

اگر صانع بے چون و چرا خالق ارض وسما کو اپنے حبیب رعنا، محبوب خوشنما کا چشم بد[3] دور کرنا منظور نہ ہوتا تو کسی شئی کا ظہور نہ ہوتا نہ عالم ظلمات نہ عالم نور ہوتا۔ نہ کلیم نہ طور ہوتا۔

بہرکیف وہ امیر الامم، رسول مکرم، باعث ایجادِ تکوینِ آسمان وزمین، موجب افتخار انبیاء و مرسلیں ہے، وہ مایۂ ناز پیغمبروں میں ایسا ممتاز جیسے ستاروں میں مہتاب اور شاخ چمن میں گلاب ؎

انبیاء روز جزا سر جھکاتے جائیں گے ‌ ‌ سرور پیغمبراں سبقت دکھاتے جائیں گے
حشر کے میداں میں جب آپکا ہوگا ظہور ‌ ‌ فرش کے بدلے ملک آنکھیں بچھاتے جائینگے
حلۂ پاکیزہ جنت کا پہن کر فخر سے ‌ ‌ دشتِ محشر میں براق اپنا کداتے جائینگے
تاج بر سر حامہ در بر دلربا نعلین پا ! ‌ ‌ جس طرف سے جائیں گے وہ جگمگاتے جائینگے
پیش وپس فوج ملائک درمیاں وہ تاجور ‌ ‌ جھنڈیاں عرش معلیٰ تک اڑاتے جائیں گے

---

[1] عاشق [2] عاشق۔ ۱۲ آل مصطفیٰ [3] چشم بد دور۔ یہ دعائیہ جملہ ہے یعنی نظر نہ لگے، نظر بد دور ہو، اس کی جگہ محبوب خوشنما کا پیدا کرنا منظور نہ ہوتا، پڑھا جائے تو بہتر ہے۔ ۱۲۔ آل مصطفیٰ۔

صاف ہو جائے گا میدانِ قیامت گرد سے
جس طرف حضرت قدم اپنا جماتے جائیں گے

پیشوائی کے لئے حورانِ جنت منتظر
قصرِ جنت کو ادھر رضواں سجاتے جائیں گے

دیکھکر دریائے رحمت جوش پر شاہ امم
آتشِ دوزخ کی تابش کو بجھاتے جائینگے

قہر سلطانی کے مالک احمدِ مختار ہیں
دامن رحمت میں وہ سب کو چھپاتے جائیں گے

ایک بھی ناری نہ ہوگا آپ کے الطاف سے
خلد میں لا لا کے وہ سب کو بٹھاتے جائیں گے

امتِ عاصی کو درگاہِ جلیل القدر سے
عفو تقصیرات کا مژدہ سناتے جائیں گے

تشنہ لب پر حرف العطش وردِ زبان
آبِ کوثر تشنگان کو وہ پلاتے جائیں گے

خارِ غم بالکل صفِ محشر سے ہوگا منعدم
اک طرف سے شاہ عالم گل کھلاتے جائیں گے

غم نہیں اے عاصیو جب خود بدولت ہونگے واں
ہم گنہ گاروں کی وہ بندش لگاتے جائیں گے

خندہ رو جنت میں جائیں گے تمنا کلمہ گو
ہم بھی پیچھے آپ کے آنسو بہاتے جائیں گے

منقبت در شانِ حضرت مولانا

محمد کرامت حسین تمنا

صاحب شگوفۂ تمنا رحمۃ اللہ علیہ

گل باغِ ولایت کی مہک سے شادماں تو ہے
چمن پیرایۂ باغِ حسنِ خوبانِ زماں تو ہے

مسافر نابلد ہیں اور یہ پُر خار ہے وادی
بھرم رکھ لیجیو آقا ہمارا عنفواں تو ہے

رضا کے فیض سے جس دم چمن شاداب و خرم تھا
اسی دورِ غزالی کا اصیلِ گلفشاں تو ہے

سجایا ہے خراباتِ کہن کو علم سے جس نے
وہی مردِ جواں، ظلِ رضا کوہِ گراں تو ہے

جلائے نجد کے قلعے گرا کر بجلیاں جس نے
حفیظ دین، معینِ حق وہی برقِ تپاں تو ہے

مشقت سے سجایا ہے چمن کو پھول سے جس نے
وہی بحرِ سخا، کانِ وفا، مردِ جواں تو ہے۔

زبان گبرو مسلم سے یہی آواز آتی ہے! شریعت کا حقیقت میں تمنا پاسباں تو ہے

مناظر تو، مصنف تو، زمانے کا غزالی تو بجھی ہے تشنگی جس سے وہی سیلِ رواں تو ہے

ثریا رفعت پرواز پر کیوں ناز کرتا ہے کہ رشکِ انجم و شمس و قمر کا آسماں تو ہے

حفیظ الدین سے جتنے ستارے علم کے چمکے انھیں ثاقب ستاروں کا امیر کارواں تو ہے

ہمارے دل کے بھی خطرات سے آگاہ ہیں حضرت خدا کے فضل سے آقا دلوں کا رازداں تو ہے

عطا کر رند کو ساقی نشاطِ لذتِ فطرت سنا ہے مالکِ جامِ شرابِ ارغواں تو ہے

نہ فکرِ دردِ عصیاں ہے نہ شکوہ نالۂ غم کا سنا ہے جب سے یہ آقا امینِ بے اماں تو ہے

مسیحا دلِ عاشق جسے کہتی ہے یہ دنیا بقائے اہلِ سنت کا وہی نام و نشاں تو ہے

ملا ہے جس کی مدحت سے ہمیں پروانۂ نصرت اسی علم و عمل خوئے حسن کا کہکشاں تو ہے

دمِ وقتِ نزع آکر ہماری رہبری کرنا سنا ہے درد کا درماں معینِ ناتواں تو ہے

خدایا پھول کی بارش ہو ان کی قبرِ انور پر کہ مولیٰ ارحم راحم کریم بندگاں تو ہے

کرد تم ناز اپنی خوبیٔ تقدیر پر حامد
کہ راہِ عشق آقا کا شہید شادماں تو ہے

حامد مصباحی ۔ دلشاد پور، کیٹھار

سلام

ماخوذ از حدائق بخشش

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود — گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

جن کے آگے سرِ سروراں خم رہیں — اس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان — کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا — اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی — ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا — اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے — اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں — ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا — چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

جس سے کھاری کنوئیں شیرۂ جاں بنے — اس زلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں! — اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

وہ دعا جس کا جوبن بہارِ قبول — اس نسیمِ اجابت پہ لاکھوں سلام

جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے — ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑے
اس تبسّم کی عادت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا!
موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

جس کو بار دو عالم کی پروا نہیں
ایسی بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں!
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

میرے استاد، ماں باپ، بھائی بہن
اہل و ولد و عشیرت پہ لاکھوں سلام

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام